رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ الہام حضرت مسیح موعود

الفضل

چندہ غیر ممالک سے ... سالانہ

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح ۔ اخبار احمدیہ ۔ ۱-۲
اہل اسلام پر جنگ پرستی کا الزام ۔ ۳
اورنگ زیب عالمگیر پر اہل ہنود کا اعتراض ۔ ۴
ہم پر بے انصافی کا الزام ۔ ۵
خطبہ جمعہ (زندگی میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو) ۔ ۶ تا ۹
نظم (احمدیوں کے محمود کے حضور کے نذرانہ)
کیا شیعوں کے ہاں تقیہ کفر و شرک نہیں ۔ ۱۰
کھلی چٹھی بنام ایڈیٹر پیغام صلح ۔ ۱۱
ہنگامہ تقدیر ۔ ہندوستانی خبریں ۔ ۱۲

جلد ۵ | ۱۱ ۔ اگست سنہ ۱۹۱۷ء | شنبہ | مطابق ۲۲ ۔ شوال سنہ ۱۳۳۵ھ | نمبر ۱۲

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی بخیریت ہیں۔ خاندان مسیح موعود میں بھی خدا کے فضل و کرم سے خیر و عافیت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے خطبہ جمعہ (۱۰۔ اگست) میں ساری جماعت کو عموماً اور جماعت قادیان کو خصوصاً انجمن ترقی اسلام کے لئے خاص چندہ دینے کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ اسکے متعلق امید ہے لوکل انجمن قادیان بہت جلدی جلسہ منعقد کریگی۔

میر قاسم علی صاحب و مولوی عبید اللہ صاحب ظفروال گئے ہیں جہاں آریوں سے مباحثہ ہے۔

ہفتہ گذشتہ میں مندرجہ ذیل مہمان تشریف لائے۔ چودھری نیر محمد صاحب اجمیر (ہوشیارپور) سے میاں فضل الدین صاحب رائی چک (گورداسپور) سے چودھری عمرا صاحب چک ۹۵ سے۔ مولوی ...

اخبار احمدیہ

جنگ کی تیسری سالگرہ اور جلسہ دعائیہ

موجودہ جنگ کی تیسری سالگرہ ۴۔ اگست ۱۹۱۷ء کو تھی۔ جس کے متعلق تقدس مآب حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام نے قادیان میں ایک خاص دعائیہ جلسہ منعقد فرمایا جس میں تمام قادیان کے احمدی۔ دوکاندار۔ اہلکاران اور طلباء ہائی سکول و مدرسہ احمدیہ بلوائے گئے۔ حضور نے ایک تقریر فرمائی۔ جسمیں برٹش راج کے احسانات اور برکات کو واضح طور پر سامعین کے ذہن نشین کروا دیا۔ اور برٹش راج سے پہلے مسلمانوں کی ذلیل حالت کا نقشہ کھینچ کر بتلایا۔ کہ سکھوں کے وقت ان کے مذہب کی کیا حالت تھی۔ بالخصوص حضور ممدوح نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ ہدایات یاد دلائیں جنمیں حضرت اقدس نے اپنی شرائط بیعت میں حاکموں کی فرمانبرداری کو بھی داخل فرمایا ہے۔ اور تاکیداً حکم دیا ہے۔ اور فرمایا کہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی حکم نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا بھی مسلمانوں کو حکم ہے کہ جو تم پر حاکم ہوں۔ ان کی فرمانبرداری کرو۔ تو گویا گورنمنٹ کے برخلاف کسی امر میں حصہ لینے والا خدا کا نافرمان ہے۔ اور مثالیں دیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعض کالج کے طلباء سے بھی جب انہوں نے سٹرائک کرنے والوں کی حامی بھری تھی۔ قطع تعلق کر لیا تھا تو خوب سوچو کہ جو شخص گورنمنٹ کا باغی ہو اس کا حضرت مسیح موعود کے ساتھ کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اور نیز فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ دنیا میں سخت فساد برپا ہوگا۔ اور لوگ طرح طرح کے منصوبے گورنمنٹ کے برخلاف کرینگے۔ اس وقت ایک میری ہی جماعت ہوگی۔ جو گورنمنٹ کی کامل فرمانبردار ہوگی۔ ہم تو شاید اسوقت تک زندہ نہ رہیں۔ اس واسطے ہم نے

...صاحب بہوپور ضلع بھاگلپور سے۔ ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ جہلم سے۔ چودھری غلام محمد (۸۵) صاحب کریام سے۔ چودھری برکت علی صاحب ڈرافٹسمین امرتسر سے۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن ...

ابھی سے اپنی محسن گورنمنٹ کے واسطے دعا کر دی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی ہم پر بھروسہ کیا ہے۔ کہ احمدی کبھی اپنی مہربان گورنمنٹ کے برخلاف نہیں ہوں گے۔ اور خدا کے فضل سے احمدیوں نے موجودہ جنگ میں جسکو آج پورے تین سال ہو گئے ہیں۔ اپنی بساط سے بہت بڑھ کر تن من دھن سے حصہ لیا ہے۔ اور اس کا اندازہ صرف پنجاب کی کل آبادی کے تناسب سے ہمارا صرف ۲۰۰ آدمی جنگ میں جانا چاہیئے تھا۔ مگر اس وقت تک ایک ہزار کے قریب آدمی فوجی کاموں میں شریک ہے۔ یونیورسٹی ڈبل کمپنی میں ایک احمدی ایم۔ ایس سی شامل ہے۔ اور غالباً ڈبل کمپنی میں یہی احمدی سب سے بڑا ڈگری یافتہ ہے۔

بعد ایک لمبی تقریر کے بعد شام کے قریب مکرر سہ کرر تاکیدی ہدایت دینے کے بعد بہت دیر تک دعا فرماتے رہے۔ اور جلسہ برخواست ہوا۔

خاکسار نور محمد اسسٹنٹ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

کوائف شملہ

چند روز سے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے ساتھ حافظ روشن علی صاحب بھی شملہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور غالباً دو تین ماہ یہیں قیام کریں گے۔ حافظ صاحب کا یہاں آنا ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ گو حضرت نواب صاحب کی کوٹھی شہر سے قدرے فاصلہ پر ہے۔ مگر کوٹھی کے قریب ہی ہمارے بہت سے احباب اکٹھے رہتے ہیں۔ وہاں مولوی عمر الدین صاحب روزانہ درس قرآن دیا کرتے تھے۔ اب دوستوں کی التجا پر حافظ صاحب نے اس سے آگے درس شروع کر دیا ہے۔ ہر روز صبح کو ایک رکوع سناتے ہیں۔ عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں یعنی ایک کمرے میں مرد ہوتے ہیں۔ اور دوسرے کمرے میں پردہ کر کے عورتیں بیٹھ جاتی ہیں۔ غرض اس طرح سے یہاں کے احباب خدا کے فضل سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ شہر کے احباب گو اس سے محروم ہیں۔ مگر ان کے لئے بھی حافظ صاحب حسب موقعہ وقت نکالتے ہیں۔ گذشتہ جمعہ کو جو انہوں نے خطبہ سنایا۔ وہ معانی و معارف سے پر تھا۔ جس سے بڑا لطف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین

ہفتہ کے دن یعنی ۴ر تاریخ کو جنگ کی برسی کے متعلق خاص جلسہ کیا گیا۔ نماز ظہر کے بعد حافظ صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ اور اس کے بعد دعا کی گئی کہ لڑائی جلد ختم ہو اور اللہ تعالیٰ سرکار انگریزی کو فتح دے۔ تقریر میں انہوں نے تشریح کے ساتھ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت قدیمہ ہے کہ جب دنیا میں فسق و فجور حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ تو وہ لوگوں کی ہدایت کے لئے ایک نبی مبعوث کرتا ہے۔ جو ان کو صراط مستقیم کی طرف بلاتا ہے۔ لوگ عام طور پر اس کی دعوت کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ شرارت میں بڑھتے جاتے ہیں۔ تب ان کی تنبیہ کے لئے طرح طرح کے عذاب نازل ہوتے ہیں۔ زمانہ موجودہ کا نبی چونکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل بروز ہے اس لئے اسکی نبوت بھی ساری دنیا پر محیط ہے۔ اور اسی لئے عذاب کا دامن بھی ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔ زلازل اور طاعون وغیرہ کی طرح موجودہ جنگ بھی ایک عذاب ہے۔ جو اس نبی کی پیشگوئی کے مطابق ظہور پذیر ہوئی ہے۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی کا تقاضا ہے۔ کہ ہم دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔ اور اس عذاب سے نجات دے گو ہندوستان بھی اس کے اثرات بد سے محفوظ نہیں۔ مگر سرکار انگریزی کے حسن انتظام کی وجہ سے لوگ زیادہ محسوس نہیں کرتے۔ اگر لڑائی زیادہ دیر تک رہی۔ اور اس نے اور وسعت اختیار کی۔ تو پھر یہاں کے لوگوں کو بھی مصیبت کا سامنا ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کا جلد خاتمہ کرے۔ سرکار انگریزی عام طور پر کل لوگوں کے لئے ایک نعمت الٰہی ہے۔ مگر ہم احمدی خاص طور پر اس کے شکر گذار ہیں۔ جو آزادی ہمیں یہاں حاصل ہے۔ وہ اور کسی ملک اور کسی سلطنت میں حاصل نہیں۔ بلکہ خود مسلمانوں کی حکومت میں بھی ہمیں وہ حقوق نہیں مل سکتے۔ جو یہاں ہندوستان میں حاصل ہیں۔ چنانچہ سب دوستوں کو معلوم ہے کہ محض اختلاف عقائد کی وجہ سے ہمارے دو بزرگ سرزمین کابل میں بے رحمی سے قتل کر دئے گئے۔ مگر یہاں ہم بڑی آزادی سے خود سرکار کے مذہب کے خلاف تبلیغ کرتے ہیں۔ اور ہمیں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں۔ یہاں لوگ بھی عام طور پر ہم سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اور اگر ان کا بس چلے۔ تو شاید ہمارا رہنا مشکل ہو جائے۔ مگر حکومت کے خوف سے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں جھوٹے مقدمے بنائے گئے۔ مگر حکام نے ہمیشہ ان کی حفاظت کی۔ اور مقدمات سے جن میں بعض بڑے سنگین تھے عزت کے ساتھ بری کر دیا۔ غرض ہمیں اس سلطنت میں بڑے فائدے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے شرائط بیعت میں یہ شرط بھی داخل کر دی کہ جہاں تک ہو سکے۔ ہم سرکار انگریزی کے خیر خواہ رہیں۔ اور اس کے کاموں میں حتی الوسع ہر ممکن ذریعے سے مدد کریں۔ پس ہمارا فرض ہے کہ محض ریا اور خوشامد کے طور پر نہیں۔ بلکہ سچے دل سے سرکار کے فرمانبردار رہیں۔ اور انکی بہتری کے واسطے دعا کرتے رہیں۔

اسکے بعد مختلف قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ اور حافظ صاحب نے خلافت ثانیہ کے متعلق بہت سے واقعات سنائے۔ اور حضرت میاں صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کی خلافت حقہ کے ثبوت میں بہت سے دلائل بتلائے۔ جس سے دوستوں کو بہت فائدہ ہوا۔ نماز عصر کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔

برکت علی سکرٹری انجمن احمدیہ۔ شملہ ۵ر اگست ۱۹۱۷ء

انجمن مبلغین احمدیہ فیروزپور

منشی جعفر علی خان صاحب فیروزپور سے لکھتے ہیں۔ کہ بعض احباب میں یہ کمزوری دیکھ کر کہ وہ مجمع عام میں تقریر نہیں کر سکتے۔ ایک انجمن بنائی گئی ہے۔ جس کا نام "انجمن مبلغین" رکھا گیا۔ ۱۶ احباب اس وقت تک اس کے ممبر ہو چکے ہیں۔ باقاعدہ اجلاس ہوتے ہیں۔ احباب مختلف مضامین پر لیکچر دیتے۔ اور بعض مضمون لکھ کر سنا دیتے ہیں۔ ہر ایک مضمون پر جو اعتراض ہوں۔ صاحب مضمون ان کا بھی جواب دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ تمام جماعتوں میں یہ شوق پیدا کر دے۔ تا کہ ہمارے سارے بھائی لیکچرار اور مضمون نگار ہوں۔ اور حق پہنچانے میں ان کی زبان خاموش نہ ہو۔

درخواست دعا

برادر مہر الدین صاحب ڈوکا نمبردار موضع ملیوال ملتان جو کچھ عرصہ سے بیمار ہیں۔ درخواست دعائے صحت کرتے ہیں۔

نماز جنازہ

برادر بابو محمد امین صاحب کلرک پونہ کیمپ سے لکھتے ہیں۔ کہ بابو گل حسن صاحب ۲۹ر جولائی کو فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم بہت مخلص نوجوان تھے۔ احباب ان کا جنازہ غائب پڑھیں۔

نیز اخویم سراج الحق صاحب پٹیالوی کی اہلیہ صاحبہ ۱۰ر اگست ۱۹۱۷ء کو انتقال کر گئی ہیں۔ ان کا بھی جنازہ غائب پڑھا اور دعائے مغفرت کی جائے۔

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

الفضل

قادیان دار الامان - ۱۱ر اگست ۱۹۱۷ء

اہل اسلام پر سنگ پرستی کا الزام

یہ ایک عام بات ہے کہ جو شخص کسی فعل کا خود مرتکب ہوتا ہے۔ اس کو اچھا اور معقول قرار دینے کے لئے دوسروں کو بھی اسکا مرتکب ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خواہ وہ اُسے کتنی ہی نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھیں۔ اس کی مثال میں سناتن دھرمی دوست پیش کئے جا سکتے ہیں۔ ان کے ہاں پتھر کی مورتیوں کی خدا کا قائم مقام سمجھکر عبادت کی جاتی ہے اور ایسا کرنے کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ چونکہ کسی چیز کا خیال اس وقت تک ذہن میں قائم نہیں رہ سکتا۔ جب تک کہ وہ خود یا اس کا کوئی نمونہ سامنے نہ دکھائی دیتا ہو۔ اور ایشور وہ ہے جسے ہم دیکھ نہیں سکتے۔ اسلئے ایشور کو تصور میں لانے کے لئے اور اس کا نقشہ اپنے ذہن میں جمانے کی خاطر مورتیوں کو اس کا نمونہ بناکر اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں ٭

یہ خیال جس قدر کچا اور بودا ہے۔ اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کا نمونہ تو اسی وقت بنایا جا سکتا ہے جبکہ نمونہ بنانے والے نے اصل کو دیکھا بھی ہو۔ اور وہ اس کی حقیقت سے واقف ہو۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر ہم سناتنی دوستوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا جن مورتیوں کو وہ خدا کا نمونہ سمجھ کر پوجتے ہیں۔ ان کے بنانے والے ایشور کو اپنی آنکھوں کے سامنے بٹھاکر یا اس کا صحیح نقشہ اپنے دل میں جماکر یہ مورتیاں اس کا نمونہ تیار کرتے ہیں یا پتھر تراشتے تراشتے جس طرح کی شکل بن جاتی ہے۔ اسے ایشور کا نمونہ قرار دے لیتے ہیں۔ اگر تو مورتی بناتے وقت ان کے پیش نظر پرمیشور کا نقشہ ہوتا ہے۔ اور اسکے مطابق وہ مورتی بناتے ہیں تو پھر سوال ہے کہ جسطرح ان سنگ تراشوں کے تصور میں بغیر کسی نمونہ کے ایشور کا تصور آ سکتا ہے۔ اسی طرح اُن کی اُپاسنا اور عبادت کرنے والے کے ذہن میں بھی بغیر مورتی کے کیوں اس کا دھیان نہیں آ سکتا۔ اور اگر کہا جائے کہ اس مورتی بنانے والے کے ذہن میں بھی خدا کا نقشہ نہیں ہوتا۔ اور وہ اٹکل پچو ہی مورتی بنا دیتا ہے۔ تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ وہ مورتی ایشور کا نمونہ کیونکر ہو سکتی ہے اور اس کے متعلق یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ اس سے ایشور کی طرف توجہ ہوتی ہے ٭

اس سے ثابت ہوا۔ کہ اُپاسنا اور یاد پرمیشور کے لئے مورتی کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ لیکن اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جاوے کہ اس طرح پرمیشور کا نقشہ ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ نقشہ نہایت ہی ادنیٰ اور بہت ہی معمولی درجہ کا ہوگا۔ اور اس کا ہونا نہ ہونے سے بھی بدتر ہوگا۔ کیونکہ جب ایک مورتی کو پوجنے والا اپنے ایشور کو اس مورتی کی مانند سمجھیگا۔ جو اس کے سامنے پڑی ہوگی۔ اور جس میں نہ بولنے نہ سننے کی طاقت ہوگی۔ نہ چلنے نہ بیٹھنے کی ہمت ہوگی۔ نہ دیکھنے نہ سمجھنے کی قدرت ہوگی۔ تو اسے اپنے ایشور کو بھی ان تمام صفات سے عاری ہی ماننا پڑیگا۔ اور جب اس کا یہ عقیدہ ہوگا۔ تو اس کے نزدیک اچھے عمل کرنا یا بُرے کاموں سے باز رہنا نیکی کرنا یا برائی سے بچنا رحم کرنا یا ظلم سے رکنا محبت کرنا یا دشمنی سے نفرت کرنا لغو اور فضول ہو جائیگا۔ کیونکہ جب پرمیشور میں یہ طاقت ہی نہ ہوگی کہ اس کے اچھے کاموں کو دیکھے۔ اور ان کا اُسے اچھا بدلا دے یا بُرے کاموں سے آگاہ ہو۔ اور انکی سزا دے۔ تو اسکے نزدیک بھلائی و برائی نیکی اور بدی ساوی ہو جائے گی۔ اور اس طرح اس کے ذہن میں بہت ہی گھٹیا نقشہ جم کر اسے ایشور کے احکام ماننے سے لا پروا اور بے خوف کر دیگا۔ پس مورتی پوجا سے بجائے اس کے کہ خدا کا نقشہ پیش نظر ہو۔ خدا کی خدائی سے ہی انکار کرنا پڑتا ہے ٭

معلوم نہیں ایسی کچی بات سناتنی دوست کیوں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ کسی چیز کے نمونہ میں وہ اثر ہرگز نہیں ہوتا جو اصل میں ہوتا ہے کیا ایک شیر یا سانپ کی تصویر کاغذ پر دیکھ کر اسکے دل میں ایسا ہی خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حقیقی شیر یا سانپ کے دیکھنے سے اگر نہیں اور واقعہ میں نہیں تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک پتھر کو سامنے رکھنے اور اُسے ایشور کا نمونہ قرار دینے سے اس خدا کی طاقت اور قوت کا اثر دل پر ہو سکے جسے وہ بھی سرب شکتیمان اور قادر مطلق مانتے ہیں ٭

یہ اور اسی قسم کی اور بے شمار عقلی دلائل سے ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ مورتی پوجا سے نہ صرف ایشور کی طرف حقیقی توجہ ہی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس سے اسکی تمام طاقتوں کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ اور اسکی حقیقت کے سمجھنے اور اصلی شان کے جاننے سے انسان بالکل محروم ہو جاتا ہے۔ لیکن فی الحال ہم اسی پر اکتفا کرتے ہوئے سناتنی صاحبان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ پر خود ٹھنڈے دل سے غور کریں تا انہیں اس کی کمزوری اور خامی کا علم ہو جائے۔ نہ کہ دوسرے مذاہب پر بھی یہ الزام لگانے کی جرأت کریں۔ کہ وہ بھی سنگ پرستی کی تعلیم دیتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح نہ تو ان کے اوپر سے سنگ پرستی کا اعتراض دور ہو سکتا ہے۔ اور نہ دوسرے مذہب والے سنگ پرست ثابت ہو سکتے ہیں ٭

معلوم ہوتا ہے۔ سناتن دھرمی صاحبان نے اپنی وہ مربیانہ پالیسی چھوڑ کر جسمیں وہ صرف اپنے ہی دھرم کی خوبیوں کو بیان کرنا کافی سمجھتے تھے۔ اب دیگر مذاہب پر اعتراض کرنے کی طرز اختیار کی ہے۔ چنانچہ چند ہی دن ہوئے۔ یہاں ایک سناتنی پنڈت صاحب نے بھی اپنے ایک لیکچر میں تمام مذاہب حتی کہ اسلام کو بھی جس کی تعلیم کے ایک ایک فقرہ سے توحید ثابت ہو رہی ہے۔ سنگ پرست قرار دیا تھا۔ اور یہی بات ہمیں اخبار عام کے تازہ پرچہ سے معلوم ہوئی ہے جسمیں لکھا ہے۔

"حضرت موسیٰ نے اپنی اُمت یہود کو تحریک کی کہ سنگ احمر کو ڈھونڈو۔ اسی سے نجات ملیگی۔ اس عبارت کو پڑھکر دل میں یکایک خیال ہوا۔ کہ حضرت عیسیٰ کی انجیل میں اسی طرح سنگ سفید کو پانے کی خواہش ظاہر کیگئی۔ جیسا کہ قرآن میں اہل اسلام کو سنگ اسود (یعنی سیاہ پتھر) کو چومنے کا ارشاد کیا گیا ہے۔ مگر حیرانی اس بات کی ہے کہ اہل ہنود جو کہ سنگ اسود کو بصورت سالگرام۔ سنگ احمر کو یعنی سرخ پتھر کو بحیثیت گنیش جی اور سنگ سفید کو بصورت شیو جی پوجتے ہیں۔ ان پر مسلمان عیسائی یہودی

کس وجہ سے بُت پرست ہونے کا چرکا لگاتے ہیں جبکہ خود بھی سب کے سب پتھروں کو پوجتے۔ انکی تلاش کرتے اور ان کو تبرک سمجھ کر بوسہ دیتے ہیں "

قریباً یہی الفاظ ان پنڈت صاحب نے اپنے لیکچر میں بیان کئے تھے۔ جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے ✤

ہمیں ضرورت نہیں کہ عیسائی یا یہودی صاحبان کے متعلق جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ سنگ پرست ہیں۔ اس کے درست یا غلط ہونے کے متعلق کچھ کہیں۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں پر جو پتھر پوجنے کا الزام لگایا گیا ہے۔ یہ بالکل غلط اور نادرست ہے۔ اسلام سوائے ایک واحد لاشریک ہستی کے اور کسی کے پوجنے یعنی عبادت کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی مسلمانوں کے نزدیک سوائے خدا کے اور کوئی چیز اس قابل ہے کہ اس کی پرستش کی جائے۔ اس کا ثبوت اسلام کے ایک ایک رکن اور ایک ایک عقیدہ سے نہایت واضح طور پر مل سکتا ہے ✤

اسلیئے یہ بالکل غلط ہے کہ مسلمان حجر اسود کی پرستش کرتے ہیں مسلمانوں پر حجر اسود کے پوجنے کا الزام لگانے والے کی اسلام کے متعلق واقفیت کا ثبوت تو اسی سے مل سکتا ہے کہ وہ لکھتا ہے :-

" قرآن میں اہل اسلام کو سنگ اسود کو چومنے کا ارشاد کیا گیا ہے "

حالانکہ قرآن کریم میں سنگ اسود کا ذکر تک نہیں ہے ✤

ہاں یہ صحیح ہے کہ حج کے موقعہ پر حجر اسود کو بوسہ دیا جاتا ہے لیکن بوسہ دینے کو کوئی عقلمند اور دانا حجر اسود کی عبادت اور پوجا کرنا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ کسی چیز کو بوسہ دینا کسی مذہب و ملت میں بھی اس کی عبادت کرنا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ سناتن دھرم میں بھی نہیں ہے۔ پھر کیسی زبردستی ہے کہ مسلمانوں کے حجر اسود کو بوسہ دینے سے انہیں اس کی عبادت کرنیوالے کہا جائے کیا کسی سناتن دھرمی دوست نے اپنے بچہ یا کسی اور پیاری چیز کو کبھی بوسہ نہیں دیا۔ اگر دیا ہے اور ضرور دیا ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا وہ اسکی پوجا کرتا ہے شاید کوئی صاحب یہ ماننے کے لیئے تیار نہیں ہونگے۔ کہ وہ اپنے بچہ وغیرہ کو بوسہ دیکر اس کی پوجا کرتے ہیں۔ پھر حجر اسود کو بوسہ دینا کس طرح اس کی پرستش اور پوجا کرنا ہو سکتا ہے ✤

اسلام نے اپنے پیرووں کے لیئے خدا تعالیٰ کی سب سے بڑی عبادت جو فرض کی ہے۔ وہ نماز ہے لیکن اس کا کوئی رکن ایسا نہیں ہے کہ اسکے ادا کرنے کے لیئے کسی چیز کو بوسہ دیا جاتا ہو اس لیئے سنگ اسود کو بوسہ دینا اسکی عبادت کرنا نہیں کہلا سکتی باقی رہا یہ کہ اُسے بوسہ کیوں دیا جاتا ہے۔ اس کی حقیقت اس عاشق صادق سے پوچھنا چاہیئے جو اپنے محبوب سے نسبت رکھنے والی ایک ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کو بھی سر آنکھوں پر رکھ کر یا چوم کر لذت اور سرور محسوس کرتا۔ اور اس طرح اپنے جذبات محبت و الفت کا ثبوت دیتا ہے۔ اسی قسم کے جذبۂ محبت کو پورا کرنے کے لیئے مسلمان حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ چونکہ پہلی کتب مقدسہ کی ان پیشگوئیوں کے اظہار و تصدیق کے طور پر جن میں مذکور تھا کہ :-

(۱) " وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا۔ کونے کا سرا ہو گیا ہے "

زبور ۱۱۸ - ۲۲ -

(۲) " جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔ وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا " متی ۲۱ - ۴۲ و لوقا ۲۰ - ۱۶

چونکہ حجر اسود مکہ میں ابراہیمی عبادت گاہ کے کونے پر یہ بتلانے کے لیئے منصوب تھا کہ اس شہر میں وہ کونے کا پتھر جسے یہود اور عیسائی رد کر دینگے۔ ظاہر ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس طرح اسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے کی علامت اور نشانی ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اس لیئے مسلمان اسے اپنے اس محبوب کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے جو انہیں اپنی جان اپنے مال اپنی اولاد اپنے اقربا۔ غرضکہ ہر چیز سے پیارا اور محبوب ہے۔ بوسہ دیکر اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ورنہ بذات خود حجر اسود میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں سمجھتے۔ جو اُسے بوسہ دینے کا باعث ہو سکے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ثانی نے ایک دفعہ طواف کرتے ہوئے حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ انک حجر لا تضر و لا تنفع۔ تو ایک پتھر ہے۔ جو نہ ہمیں کسی قسم کا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور نہ نفع۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے نزدیک حجر اسود کی کیا حقیقت ہے ✤

✤ پس اگر دنیا میں کوئی شخص اپنے پیارے کی چیز کو پیار کرنے کی وجہ سے اس کی عبادت اور پوجا کرنیوالا کہلا سکتا ہے۔ تو مسلمانوں کو بھی حجر اسود کے پوجاری کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر ایسا نہیں۔ تو مسلمانوں پر بھی یہ الزام لگانا سراسر غلطی اور نادانی ہے ✤

اورنگ زیب عالمگیر پر اہل ہنود کا اعتراض

تمام شاہان مغلیہ کو عموماً اور عالمگیر اورنگ زیب کو خصوصاً اہل ہنود جس قسم کے اعتراضات کا ہدف بنایا کرتے ہیں۔ وہ عقلمند اور غیر متعصب اصحاب کے نزدیک اپنے کذب کا آپ ہی ثبوت ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ بار بار انہیں دہرا کر ہندو مسلمانوں میں نفاق اور دشمنی کے جذبات کو انگیخت کیا جاتا ہے۔ اورنگ زیب علیہ الرحمتہ پر سب سے بڑا اعتراض جو بڑے شد و مد سے کیا جاتا ہے۔ یہ ہے کہ وہ ہندوؤں کو جبراً مسلمان بناتا اور جو مسلمان نہ بنتے۔ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔ اس کے ثبوت میں یہ عجیب و غریب روایت پیش کی جاتی ہے۔ کہ وہ جب تک روزانہ سوا من جنیو خواہ ہندوؤں کو مسلمان بنا کر خواہ قتل کر کے اتار نہ لیتا کھانا نہ کھاتا ✤

اگرچہ اس روایت کی لغویت کئی بار واضح کی جا چکی ہے تاہم ہندو صاحبان کے نوزائیدہ فرقہ آریہ سماج میں ایسے عقلمند ابھی تک پائے جاتے ہیں۔ جو اس روایت کو درست اور صحیح مان کر اورنگ زیب علیہ الرحمتہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں ایک آریہ مہاشے نے ایک سناتنی پنڈت کو مسئلہ اوتار پر مباحثہ کرتے ہوئے کہا کہ بقول آپ کے

" کنس کو مارنے کے لیئے تو پرماتما اوتار لیتا ہے لیکن جب اورنگ زیب سوا من جنیو روز اُتارتا تھا۔ اور جب ہندو دیویوں کی عصمت خراب کیجاتی تھی۔ تو آپ کا ایشور کیا کھیر سمندر میں سویا ہوا تھا "

ہمیں متنازعہ فیہ مسئلہ کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے اسلیئے اس کو نظرانداز کرتے ہوئے بتانا چاہتے ہیں کہ یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے کہ " اورنگ زیب سوا من جنیو روز اتارتا تھا " اورنگ زیب ایک کم پچاس سال زیب دہ اورنگ رہا ہے۔ اور آریہ صاحبان کو خوب معلوم ہے کہ ایک سال کے تین سو پینسٹھ دن ہوتے ہیں۔ نیز وہ یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ ایک جنیو کا کتنا وزن ہوتا ہے۔ اس لیئے انہیں حساب لگا لینا

چاہیئے۔ کہ اگر اورنگ زیب ایک دن میں سوا من جنجو اتارتا تھا تو اس نے ایک سال کے ۳۶۵ دنوں میں کتنے من اتارے ہونگے اور اتنے من جنجو کتنے ہندوؤں کے گلے سے اترے ہونگے پھر اس تعداد کو ۴۹ سال سے ضرب دیکر بتلانا چاہیئے کہ اسقدر ہندو اس وقت صرف ہندوستان میں کیا تمام دنیا میں پائے جاتے تھے؟ اگر نہیں تو پھر اورنگ زیب ہر روز کن کے گلے سے جنجو اتار کر سوا من پورے کیا کرتا تھا۔ اور اب جو ہندو موجود ہیں۔ ان کے آبا و اجداد کس طرح ان کی گرفت سے بچ گئے۔ اور ان کے گلے سے اس نے کیوں جنجو نہ اتارے

اگر ہمارے آریہ دوست مندرجہ بالا طریق سے حساب کرینگے۔ تو انہیں مجبوراً ماننا پڑے گا۔ کہ اورنگ زیب پر یہ اعتراض کرنا سخت غلطی اور نادانی ہے ؛

کیا ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ آئندہ آریہ صاحبان میں سے کوئی صاحب اس اعتراض کا اعادہ نہ کرینگے۔ اور اورنگ زیب کی نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلا کر ہندو و مسلمانوں میں نا اتفاقی اور نفرت کے خیالات نہ پھیلائینگے ؛

ہم پر بے انصافی کا الزام

اگر حق فہمی کے لئے عدل اور صداقت کو مدنظر رکھ کر اعتراض کیا جائے۔ تو معیوب نہیں۔ لیکن بہت سے لوگ ایمان و انصاف کو چھوڑ کر محض معترض کہلانا ہی غالباً اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے۔ کہ ان کے اس فعل کا نتیجہ بجز ان کی پردہ دری کے اور کچھ نہیں ہو گا۔

امرتسر کے اخبار اہل حدیث کو احباب خوب جانتے ہیں۔ جسے مولوی ثناء اللہ صاحب نکالتے ہیں۔ اس نے ٹھیکہ لے رکھا ہے کہ آفتاب ہدایت سلسلہ احمدیہ پر تھوکے اور خاک ڈالے خواہ وہ لوٹ کر اسی پر پڑے۔ چنانچہ ۲۷ر جولائی ۱۹۱۷ء کی اشاعت میں کسی محمد اسمٰعیل زرگر کی طرف سے "مرزائی انصاف" کے عنوان کے ماتحت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری تصنیف "پیغام صلح" کے غالباً دوسرے ایڈیشن کے صفحہ ۱۱ سے کچھ عبارت نقل کی ہے۔ جو ایڈیشن اول کے صفحہ ۲۲ و ۲۳ کی ہے اول تو معترض صاحب نے عبارت کے نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے۔ کیونکہ مسلسل عبارت میں سے کئی سطروں کو چھوڑ دیا ہے۔ اور کوئی ایسا امتیاز قائم نہیں کیا۔ جس سے سمجھا جائے۔ کہ یہاں سے عبارت چھوڑ دیگئی ہے۔ دوسرے بعض الفاظ کو بدل دیا ہے۔ اس مختصر نوٹ میں ان تحریفات کے دکھانے کی گنجائش نہیں ؛

یہ وہ عبارت ہے جہاں حضرت اقدس نے وید کو اس کی تعلیم کے نقائص کے باوجود الہامی مانا ہے۔ اور وید کے رشیوں کو نبی تسلیم کر کے سناتن دھرمیوں کو جو ویدک تعلیم کے حقیقی پیرو اور بہ نسبت آریہ قوم کے ویدوں کو صحیح طور پر سمجھنے والے قرار دیا ہے۔ اور عناصر پرستی کا جس کی تعلیم سے وید بھرا پڑا ہے۔ ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ "اب اس کا کون فیصلہ کرے کہ دوسرے تمام قدیم فرقے ہندوؤں کے جھوٹے ہیں۔ اور صرف نیا فرقہ آریوں کا سچا اور جو لوگ وید کے حوالہ سے ان چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں یہ دلیل پختہ ہے۔ کہ ان چیزوں کی پرستش کا وید میں صریح ذکر ہے۔ اور مخالفت کہیں بھی نہیں۔ اور یہ کہنا کہ یہ سب پرمیشر کے نام ہیں۔ ہنوز ایک دعوٰی ہے کہ جو ابھی صفائی سے طے نہیں ہوا۔ اور اگر طے ہو جاتا۔ تو کچھ وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ بڑے بڑے پنڈت بنارس اور دوسرے شہروں کے آریوں کے عقیدوں کو قبول نہ کرتے"

نامہ نگار اہل حدیث عبارت کے اس حصہ پر اعتراض کرتا اور کہتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب جو فرماتے ہیں۔ کہ اگر آریوں کے معنے صحیح ہوتے۔ تو کیا وجہ ہے کہ بنارس کے پنڈت ان معنوں کو تسلیم نہ کرتے۔ بس اسی طرح قرآن کے وہ معانی جو احمدی کرتے ہیں۔ تمام علماء تسلیم نہیں کرتے۔ اور علماء کا تسلیم نہ کرنا احمدیوں کے معنوں کے غلط ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ معترض صاحب فرماتے ہیں :۔

"یہی ایک دلیل مرزا صاحب کے مریدوں کے سوا باقی تمام برادران اسلام کی سچائی کے لئے کافی ہے کیونکہ جو بات خدا کی طرف سے نہ ہو۔ اسکی قبولیت کروڑہا لوگوں کے دلوں میں اتنی مدت سے کس طرح سمائی ہوئی چلی آتی ہے۔ اسی بنا پر ہم پہلے محقق مفسروں اور قرون اولیٰ کے عامہ مسلمین اور زمانہ حال کے بزرگوں کی رائے نیک کو صائب جان کر قرآن مجید کے معنے جو شروع سے ہوتے آئے ہیں معتبر جانتے ہیں"۔ ہم معترض صاحب کی عقلمندی پر حیران ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت اقدس کی مندرجہ بالا تحریر سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ محض آریہ سماج کا تعداد میں قلیل ہونا اور سناتن دھرم کا کثیر حضرت مرزا صاحب کے نزدیک اس امر کی دلیل ہے۔ کہ سناتنیوں کے معنے صحیح ہیں۔ اور آریہ سماجیوں کے غلط۔ اور اس پر آپ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ ہم اور غیر احمدیوں میں بھی یہی نسبت ہے۔ کیا وجہ ہے کہ غیر احمدیوں کے معنوں کو جو تعداد میں احمدیوں سے زیادہ ہیں صحیح نہ سمجھا جاوے حالانکہ معترض صاحب کا یہ خیال غلط ہے کہ حضرت مسیح موعود نے محض اس وجہ سے کہ آریہ سماجی تھوڑے ہیں ان کے معنوں کو غلط قرار دیا ہے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ سناتن دھرمی لوگ ان تفاسیر اور اس تعامل کے قدم بقدم ہیں جو ان میں متواتر چلا آتا ہے۔ مگر آریہ سماجی جو وید منتروں کے معنے بیان کرتے ہیں۔ وہ اس تعامل کے قطعاً خلاف ہیں۔ اور ان دو گروہوں کی مثال احمدیوں اور غیر احمدیوں کے قرآن کریم کے معنی کرنے کے متعلق پیش نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ وہ دونوں فریق وید کے جو معنی کرتے ہیں۔ ان کی بنیاد محض اپنے اپنے علم پر رکھتے ہیں۔ اور یہ صاف بات ہے کہ علمیت کے لحاظ سے سنسکرت کے عالم و فاضل اصحاب جسقدر سناتن دھرمیوں میں پائے جاتے ہیں ان کا عشر عشیر بھی آریوں میں نہیں ہیں۔ اس لئے جب ان معنوں کی بنیاد محض انسانی علم پر ہے تو لامحالہ اسی گروہ کے معنوں کو صحیح اور درست کہا جاسکیگا۔ جو علمیت میں بڑھا ہوا ہو گا۔ اور یہ سناتنیوں کا گروہ ہے۔ لیکن احمدیوں اور غیر احمدیوں میں بعض آیات قرآنی کے معانی میں جو اختلاف ہے۔ وہ اس قسم کا نہیں ہے۔ کیونکہ ہم احمدیوں کا دعوٰی ہے کہ ہم جو قرآن کریم کی ان آیات کے معنی کرتے ہیں۔ وہ ایک ایسے شخص نے ہمیں بتلائے ہیں جسے خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ اور جسے اس نے حکم اور عدل کر کے بھیجا۔ پس اُسنے جو معنی بتائے ہیں وہ صرف اسی لئے درست نہیں ہیں کہ لغت عرب سے انکی تائید ہوتی ہے۔ بلکہ اس لئے بھی درست ہیں کہ وہ الہام الٰہی کے ماتحت اور ایک ملہم اور نبی اللہ کے کئے ہوئے ہیں۔

پس یہ ہے وہ فرق جو آریوں اور سناتنیوں کی مثال کو احمدیوں اور غیر احمدیوں پر پورا نہیں اترنے دیتا۔ کیا کوئی عقلمند ہے جو بنظر انصاف اس پر غور کرے اور ہم پر بے انصافی کا الزام لگانے کی بجائے اپنی بے انصافی پر شرمندہ ہو ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبۂ جمعہ

نیکی میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۷ جولائی ۱۹۱۷ء

حضور نے سورہ فاتحہ تلاوت فرمانے کے بعد آیت مندرجہ ذیل تلاوت فرمائی :-

ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات ط این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا ط ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ہ (۲-۱۴۳)

اسلام اور دیگر مذاہب میں فرق

تمام مذاہب اپنے پیروؤں کو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ نیکی اور تقویٰ کو اختیار کرنا چاہیئے۔ لیکن اسلام اور دیگر تمام مذاہب میں ایک فرق ہے۔ بے شک درست ہے کہ اسلام بھی ان مذاہب کی طرح تعلیم دیتا ہے کہ نیکی اختیار کرو مگر جہاں اور فرق ہیں۔ وہاں ایک یہ بھی ہے کہ دوسرے مذاہب صرف لفظ نیکی کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اور اسلام اس بات کی بھی اطلاع دیتا ہے کہ جس نیکی کی طرف متوجہ کرتے ہیں وہ چیز کیا ہے ۔

یہ ممکن نہیں کہ کوئی مذہب بدی کی تعلیم دیتا ہو۔ کیونکہ کوئی پاگل نہیں۔ جو یہ کہے کہ تم بدی اختیار کرو۔ تو دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جو بظاہر شرارت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہو کیونکہ محض عقل بھی بلا کسی الہامی مدد اور اشارہ کے یہی تعلیم دیتی ہے کہ نیکی اختیار کرنا چاہیئے۔ پس مذاہب میں فرق اس بات میں نہیں کہ نیکی اختیار کرنا چاہیئے یا نہیں۔ بلکہ اختلاف اس امر میں ہے کہ دوسرے مذاہب جو نیکی کی تعریف کرتے ہیں وہ حقیقت سے دور کرنیوالی ہوتی ہے ۔

پہلا فرق

پہلا فرق اسلام اور دیگر مذاہب میں یہ ہے۔ کہ اسلام کے سوا تمام مذاہب صرف لفظ نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اسلام اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے جو اصل مقصود ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بیمار ہو تو یہ تو اکثر لوگ کہینگے کہ اس مرض کا علاج کرنا چاہیئے۔ اور اگر کچھ ان میں سے کوئی نہ کوئی دوا بھی بتائینگے۔ جن میں بہت اختلاف ہوگا۔ اور جو بجائے مرض کو دور کرنیکے اکثر نقصان کا موجب ہونگی۔ مگر جو دانا انسان ہوگا۔ اور جو مرض کو سمجھتا ہوگا وہ اس مرض کا مناسب علاج بتائیگا۔ پس اسلام اور دیگر مذاہب میں نیکی کے بارہ میں ایک فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلام حقیقی تعریف نیکی کی بتاتا ہے۔ اور حقیقت کی طرف لاتا ہے۔ مگر دیگر مذاہب حقیقت سے بہت دور کر دیتے ہیں ۔

دوسرا فرق

اسلام اور دوسرے مذاہب میں دوسرا فرق یہ ہے کہ دیگر مذاہب صرف نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ مگر اسلام استباق کی طرف بلاتا ہے۔ کہ نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ سبقت کے معنے ہیں آگے بڑھنا۔ اور استباق کے معنے ہیں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- ولکلٍ وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات - گو لفظاً سب مذاہب نیکی کی طرف لیجاتے ہیں۔ مگر اصل یہ ہے کہ وہ نیکی سے دور لے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہر ایک نے ایک ایک طرف اختیار کرلی ہے اور نیکی کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔ اگرچہ کہتے یہی ہیں۔ کہ ہم نیکی کی طرف لئے جاتے ہیں۔ لیکن واقعہ میں ایسا نہیں کرتے پس ان کے اور طرقوں کو اختیار کر لینے سے نیکی کی طرف خالی رہگئی ہے۔ تم اس کو لے لو۔ مدعی دوسرے بھی ہیں کہ وہ نیکی کی طرف لئے جاتے ہیں۔ مگر وہ نیکی سے دور لئے جاتے ہیں پس مسلمانوں کو حکم دیا گیا۔ کہ جب تمام مذاہب نے اپنے لئے اور اور طرفیں اختیار کر لی ہیں۔ تو تم کو کیا کرنا چاہیئے یہ کہ اول تو نیکی کی طرف کو اختیار کرو۔ دوسرے استباق کرو ۔

قرآن کریم کا کمال

کیا لطیف قرآن کریم کا طریق کلام ہے یہاں استباق کا لفظ رکھا ہے جس میں بظاہر سرعت اور تیزی نہیں پائی جاتی۔ کیوں؟ اس لئے کہ اگر دو آدمی سست روی سے جا رہے ہوں۔ اور ایک انمیں سے کسی قدر آگے بڑھ جائے۔ تو اسنے استباق کر لیا۔ اور اس طرح ہر کام میں تھوڑے سے بڑھنے کا نام استباق رکھ لیا۔ اور سمجھ لیا کہ ہمنے قرآن کے حکم کو پورا کر دیا ہے۔ لیکن دراصل اس لفظ میں انتہا درجہ کی سرعت اور تیزی سے آگے بڑھنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک کے لئے یہ حکم ہے کہ استباق کرے۔ اب اگر ایک کوشش سے کچھ آگے بڑھا ہے۔ تو دوسرے کے لئے حکم ہے کہ وہ اس سے بڑھے۔ جب وہ اس سے بڑھیگا تو پھر پہلے کو وہی حکم آگے بڑھنے کے لئے تیار کریگا۔ غرض ہر ایک کے لئے استباق کا حکم ہے۔ تو ہر ایک جہاں تک انسانی طاقت میں ہے۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریگا اس لفظ فاستبقوا کی جگہ کئی اور لفظ ہو سکتے تھے۔ مثلاً فاسعوا میں رکھی گئی ہے۔ وہ کسی اور میں نہیں آسکتی تھی اسلئے اسی کو رکھا گیا۔ اس جگہ قرآن کریم اسلام اور دیگر مذاہب کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور بتاتا ہے۔ کہ تمام مذاہب خیرات کی طرف سے غافل ہیں۔ اور خیرات کی حقیقت سے ناواقف۔ پس اس وقت مسلمانوں کے لئے اچھا موقعہ ہے کہ آگے بڑھیں۔ یہ لفظ ایسا جامع ہے کہ جس سے بڑھکر کسی مقصد اور مدعا کی طرف دوڑنے اور جلدی کرنے کا حکم ہو ہی نہیں سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دوڑے مگر پوری طاقت سے نہ دوڑے۔ جلدی کرے مگر جسقدر کہ چاہیئے۔ اس قدر جلدی نہ کرے۔ لیکن استباق کے حکم کا اسوقت تک پورا ہونا ناممکن ہے۔ جب تک کہ پورے زور اور پوری طاقت سے کام نہ لیا جائے۔ ایک آدمی تیزی سے چلتا ہے۔ اس کو حکم ہے کہ دوسرے سے آگے بڑھے اب جس قدر وہ دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ وہ اس لفظ استباق میں آگئی ۔

. . . .

. . . . . کیوں؟ اس لئے کہ جب ایک شخص سے دوسرا بڑھتا ہے۔ تو اس کو بھی تو حکم ہے کہ آگے بڑھو۔ اس لئے وہ اس سے زیادہ تیزی سے آگے بڑھیگا۔ پھر پہلے کے لئے حکم ہے کہ تم آگے بڑھو۔ اس لئے وہ اس سے زیادہ تیزی اختیار کرے گا حتے کہ جس قدر کسی میں طاقت اور ہمت ہوگی۔ وہ سب اس میں صرف کر دیگا ۔

پس استباق بظاہر اپنے اندر تیزی اور دوڑنے یا جلدی کرنے کے معنے نہیں رکھتا۔ مگر حقیقت میں اسقدر تیزی رکھتا ہے کہ جس قدر کسی انسان کی طاقت میں ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا ۔

فاستبقوا [illegible]

اسلام چُستی کا حکم دیتا ہے

تو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جس قدر بھی طاقت دی ہے۔ اس تمام کے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور اس غرض کے لئے لفظ بھی ایسا رکھا ہے۔ جو تمام غفلتوں کو کاٹ دیتا ہے۔ تمام سستیوں کو دور کر دیتا ہے ؛

دیگر مذاہب کہتے ہیں کہ نیکی کرو۔ مگر اسلام کہتا ہے کہ نیکی کرو اور ایک دوسرے سے بڑھو۔ یہ کام کوئی معمولی کام نہیں ہے ایک دو کا مقابلہ ہو تو خیر۔ لیکن یہاں تو ہزاروں ہی اس کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ اور انہیں سے ہر ایک ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ جب ایک دو کے مقابلہ میں تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو جہاں ہزاروں میں مقابلہ ہو وہاں کتنی تیاری کی ضرورت ہو گی۔ گھوڑ دوڑوں میں کتنی تیاری کی جاتی ہے۔ اسی طرح جب لوگ آپس میں دوڑتے ہیں کتنی کوشش اور تیاری کرتے ہیں۔ لیکن جہاں کروڑوں ہوں وہاں کتنی تیاری کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ اسلام نے اس حکم کے ساتھ سب سستیوں کو کاٹ دیا ہے۔ پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کھائی ہے کہ خدایا سستی اور غفلت اور کسل سے بچا۔ قرآن سست لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور سست کبھی خدا کا مقبول نہیں ہو سکتا۔ پس اسلام نہ صرف نیکی ہی کی تعلیم دیتا ہے۔ بلکہ دوسروں سے نیکی میں بڑھنے کا حکم دیتا ہے۔ اور ہر وقت اور ہر گھڑی چست اور تیار رہنے کی تلقین کرتا ہے،

اگر قرآن کریم کے اس ایک ہی حکم پر مسلمان عمل کرتے۔ تو سارے جہاں پر بھاری اور سب پر حاوی ہو جاتے۔ مگر افسوس انہوں نے اس طرف توجہ نہ کی۔ اور ذلیل و خوار ہو گئے۔ اب ہم لوگوں کو جنہیں خدا تعالیٰ نے اصل اسلام پر قائم کیا ہے۔ بہت تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ایک لحظہ بھی ایسا نہیں گذرنے دینا چاہیئے کہ ہمارے قدم پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ نیکی کی طرف نہ اٹھ رہے ہوں۔ کیونکہ مسلمانوں کو صرف اس امر کا حکم نہیں دیا گیا۔ کہ نیکی کرو۔ بلکہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ نیکی کرنے والوں میں سب سے آگے بڑھ جاؤ ؛

آریوں کا ایک اعتراض اور اس کا جواب

آریہ لوگوں نے اہدنا الصراط المستقیم پر اعتراض کیا ہے کہ کیا مسلمانوں کو اب تک رستہ نہیں ملا کہ وہ اسکے پانے کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ مگر نادان نہیں جانتے کہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فاستبقوا الخیرات کسی وقت بھی غفلت نہ کرو۔ بلکہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اور ہدایت کے معنے صرف رستہ بتلانے کے ہی نہیں۔ بلکہ رستہ پر چلانے اور مقصود تک پہنچانے کے بھی ہیں۔ اور اسلام چونکہ روحانی ترقیات کی کوئی حدبندی نہیں کرتا۔ بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ کمالات کا وارث بنایا جاتا ہے اور اس کے خزانہ میں کبھی کمی نہیں۔ اس لئے یہ دعا ایک بڑے سے بڑا خدا کا پیارا انسان بھی کر سکتا ہے۔ اور ایک گنہگار بھی۔ پس اہدنا الصراط المستقیم کی دعا ترقی کو محدود نہیں کرتی۔ بلکہ یہ بتاتی ہے۔ کہ خواہ تم کتنا ہی بڑا درجہ حاصل کر لو۔ پھر بھی خدا کے انعامات اور فضلوں کو ختم نہیں کر سکتے اگر اسلام درجات کی حدبندی کر دیتا اور کہہ دیتا کہ فلاں فلاں انعام کے بعد تمہیں کچھ نہیں مل سکتا۔ تو گویا اپنے پیروؤں کو سست کر دیتا۔ مگر اسلام تو سستی کا دشمن ہے۔ اس لئے اس نے درجات کی حدبست نہیں کی۔ بلکہ کہدیا کہ اگر کسی نے بڑے سے بڑا درجہ بھی روحانیت کا حاصل کر لیا ہے۔ تو بھی اس کے لئے آگے بڑھنے کا رستہ کھلا ہے۔ پس اسلام تو یہی کہتا ہے کہ آگے بڑھو اور آگے بڑھو۔ اور بڑھتے ہی چلے جاؤ ؛

دنیا کی موجودہ حالت اور ہمارا فرض

دنیا کی جو حالت نبی کریم کے وقت میں تھی۔ وہی حالت اب بھی ہے جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تقویٰ کی بجائے عصیان کا دور دورہ تھا اسی طرح اب بھی ایسا ہی ہے۔ دنیا کا کثیر حصہ اس قسم کا ہے جو خدا کی محبت کی جگہ دنیا کی محبت کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اور خدا کو چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہو گیا ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو دنیا کی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے بھیجا ہے پس یہ مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے۔ اگر یہ موقعہ بھی غفلت اور سستی میں نکل گیا۔ تو پھر اور کونسا موقعہ آئے گا۔ اس وقت رحمت کے دروازے کھلے ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کی گئی ہے وہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے :- واذا الجنۃ ازلفت - اب ہر قسم کی شرارت اپنے زور پر ہے۔ دہریت نے ہر طرف اپنے پر پھیلا رکھے ہیں۔ خدا کے بندے خدا سے دُور جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے حالات اور ایسے وقت میں جنت کو قریب کر دیا جائیگا۔ پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ نیکی میں استباق کریں ؛

نیکی کرو اور خدا سے ڈرو

مگر یاد رکھو کہ نیکی کرو اور ساتھ ہی خدا سے ڈرو۔ بعض لوگ نیکی میں اگر قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ تو اس پر فخر کرتے ہیں۔ اور اگر انکے کسی معاملہ میں ان کے خلاف کچھ نوٹس لیا جائے۔ تو کہتے ہیں کہ ہم سے یہ معاملہ کیوں کیا گیا۔ یاد رکھو۔ خدا کو کسی کی خدمت کی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ وہ صمد ہے۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد - کہدو کہ اللہ ایک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں سب اس کے محتاج ہیں۔ بعض لوگوں نے صمد کے معنے غنی کئے ہیں مگر نہیں اسکے معنے یہ ہیں کہ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ پس یاد رکھو۔ کہ اللہ صمد ہے وہ ہرگز ہرگز کسی کا محتاج نہیں۔ بلکہ سب اسی کے محتاج ہیں۔ فاستبقوا الخیرات کا حکم خدا نے اس لئے نہیں دیا کہ نعوذ باللہ خدا کسی مصیبت میں مبتلا ہے۔ اور کہتا ہے کہ بھاگنا بھاگنا اور جلدی مجھے اس مصیبت سے بچانا۔ اس کا یہ حکم دینا اس کے کسی فائدہ کے لئے نہیں۔ بلکہ خود تم پر احسان ہے۔ اور دین کی خدمت کرنا خدا پر احسان کرنا نہیں۔ بلکہ یہ بھی تم پر خدا کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں یہ موقعہ دیا یہ اللہ کا احسان ہے کہ وہ ہم کو اس کام کا موقعہ دے اگر تم تقویٰ پیدا کرو گے تو خدا پر احسان نہیں کرو گے۔ یہ سب خدا کے احسان ہیں کہ باوجود یہ سب کام اس کے نہیں ہمارے اپنے لئے ہیں۔ پھر وہ ہمیں ثواب اور انعام دیتا ہے۔ پس کیسا نادان ہے، وہ انسان کہ اسی کے فائدہ کے لئے کوئی اسے بتا دے کہ میاں اس طرح کرو گے تو تمہارے لئے مفید ہو گا۔ وہ مان تو لے مگر اُلٹا اس پر احسان جتائے کہ میں نے تمہارا کہنا مانا ہے۔ خدا بندوں کو نیکی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ بلکہ لوگ محتاج ہیں کہ خدا ان کی مدد اور نصرت فرمائے۔ پھر نعوذ باللہ خدا کو دبا نہیں کہ اپنے بندوں کو اپنی مدد کے لئے بلا رہا ہے بلکہ بندے ڈوب رہے ہیں وہ ان کی مدد اور ان ڈوبتوں کو بچانے کے لئے بڑھتا ہے۔ اور غرق ہونے سے بچنے کے طریق بتاتا ہے۔ پس کیسا نادان ہے وہ شخص کہ جو ڈوب رہا ہو اور کوئی اس کو بچانے کے لئے رسہ پھینکے اور کہے کہ پکڑ لو غرق ہونے سے بچ جاؤ گے۔ تو وہ کہے کہ اگر تمہارے کہنے سے میں نے رسہ پکڑ لیا تو کیا انعام دو گے۔ تو خدا بندوں کو اس لئے نیکی کا حکم نہیں دیتا کہ نعوذ باللہ اس کو کسی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔

بلکہ اسلئے کہ اگر بندے اسکی بتلائی ہوئی راہوں پر قدم نہیں دھرینگے تو ہلاک ہو جائینگے۔ پس جسکو کوئی دین کا کام کرنے کا موقعہ ملتا ہے وہ خوش قسمت ہے۔ اس کا خدا پر کوئی احسان نہیں۔ بلکہ اپنی جان پر احسان ہے کیسی نادانی ہے کہ کام اپنی جان کے فائدہ کے لئے کیا جائے۔ اپنے نفس کو بچایا جائے۔ مگر سمجھا یہ جائے کہ ہم نے خدا پر احسان کیا ہے۔ اس میں خدا کو کونسا نفع ہوا۔ پھر اس پر احسان کیسے کیا سکتے ؟

پس وہ لوگ بڑے نادان ہیں جو فخر کرتے ہیں کہ ہم نے فلاں خدمت کی۔ اور ہم نے فلاں کام کیا وہ غور کریں کہ کیا انہوں نے خدا کی خدمت کی یا اپنے نفس کی یا خدا نے آقا ہو کر مالک ہو کر ان اپنے غلاموں کی خدمت کی۔ انہیں ہلاکت سے بچنے اور انعامات کے حاصل کرنے کے طریق بتلائے تو احسان اس کا ہے کہ اس کے بتلانے سے ہم ہلاکت سے بچ گئے نہ کہ ہمارا کہ ہم نے ان پر عمل کیا۔ کیا وہ شخص عقلمند ہو سکتا ہے۔ جو تاریکی میں راستہ بھولا ہوا اگرتا پڑتا ٹھوکریں کھاتا ہو۔ کوئی اُسے بتلائے کہ تم ادھر سے جاؤ اور فلاں دیوار کے ساتھ ساتھ جانا۔ پھر آگے تمہیں فلاں گلی ملیگی۔ وہاں سے نکلکر آگے بڑھوگے تو سیدھے اس جگہ پر پہنچ جاؤگے۔ جہاں جانا چاہتے ہو۔ اب یہ شخص اس کی ہدایت پر عمل کرے۔ اور اپنے گھر پہنچ کر رستہ بتلانیوالے کو خط لکھے کہ چونکہ میں نے آپ کی باتوں کو مانا ہے اس لئے آپ مجھ کو انعام دیں۔ یہ میرا آپ پر احسان ہے کہ میں نے آپ کی بات تسلیم کی۔ کوئی سمجھدار اور عقلمند ایسا نہیں کر سکتا اسی طرح اللہ کے جسقدر احکام ہیں وہ اس کے اپنے فائدہ کے لئے نہیں۔ بلکہ بندوں کے نفع کے لئے ہیں۔ اور بندوں کی ہی جان بچانے کے لئے ہیں۔ اس لئے . . . . . . ان پر عمل کرو دین کی خدمت کرو۔ اور ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو مگر یہ ضرور احتیاط کرو کہ ریا نہ آنے پائے۔ خدمت کرکے کبھی خیال نہ کرو کہ ہم نے کچھ کام کیا ہے۔ اور ہمارا خدا پر احسان ہے کہ ہم نے اس کے دین کی خدمت کی ہے بہت سی جماعتوں نے خدا کے دین کی خدمت کی۔ اور پھر اس پر فخر کیا۔ اس لئے وہ ہلاک ہو گئیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی کی حالت کی طرف دیکھو۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس کو وحی لکھوا رہے تھے۔ زور کلام اللہ کا اس پر بھی اس قدر اثر پڑا کہ وحی کا آخری حصہ فتبارک اللہ احسن الخالقین اسکی زبان پر جاری ہو گیا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی لکھو۔ اس نے کہا۔ میں سمجھ گیا۔ وحی نہیں ہوتی۔ آپ ہی لکھواتے ہیں۔ اور اس کا نام وحی رکھ دیتے ہیں۔ اور یہ منصوبہ ہے۔ اس طرح وہ رسول کریمؐ کا منکر ہو گیا۔ اس پر خدا کا ایک فضل ہوا تھا۔ مگر وہ اسکو جذب نہ کر سکا۔ پس خوب یاد رکھو کہ خدمت کرو۔ مگر ساتھ ہی خدا سے ڈرو۔ اگر تکبر کروگے یا احسان جتلاؤگے۔ تو خدا کی درگاہ سے نکالدئے جاؤگے۔ صحابہ کو ہم دیکھتے ہیں انہوں نے بڑی بڑی خدمتیں کیں۔ مگر کبھی یہ ظاہر نہ کیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ ہمیں یہ موقعہ ملا۔ قرآن کریم میں جہاں یہ حکم ہے۔ فاستبقوا الخیرات۔ وہاں یہ بھی ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذیٰ لا (۲ - ۲۶۶) کہ اپنے صدقات کو ظاہر کرکے احسان جتلا کر یا دوسروں کو تکلیف دیکر ضائع مت کرو۔ صدقات کے اظہار کے بھی مواقع ہوتے ہیں۔ تو فرمایا۔ چندہ دو۔ مگر اس طرح نہ دو کہ وبال جان ہو جائے ۔

ایک دوسرے سے آگے بڑھو اور ریا سے بچو۔

پس ان باتوں کو خوب یاد رکھو یہ وہ زمانہ ہے جس کا نقشہ قرآن کریم میں کھینچا گیا ہے آج تمام دنیا دین سے بے خبر ہے۔ مگر رحمت کے دروازے کھولے گئے ہیں۔ اور ایک مامور کے ذریعہ خدا کی رحمت آئی ہے پس ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ۔ تمام باتوں میں قناعت کرو مگر نیکی کے حصول میں کبھی قناعت نہ کرو۔ اور یہ ہرگز مت خیال کرو۔ کہ اب بہت کچھ ہو گیا ۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھو کہ دنیا کے متعلق تو یہ کہ مال آتا ہے تو انصار کہدیتے ہیں کہ ہمارے بھائی مہاجرین کو دیدیا جائے۔ مگر نیکی کے معاملہ میں کبھی یہ نہیں ہوا کہ انصار نے کہا ہو۔ مہاجرین ہی کرلیں یا مہاجرین کہیں کہ انصار ہی کرلیں یا فلاں کرلے ہم نے بہت کچھ کرلیا ہے بلکہ ایک موقعہ پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چندہ کے متعلق فرمایا۔ تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ ہمیشہ ابوبکرؓ صدقات میں بڑھ جاتے ہیں۔ آج میں ان سے بڑھ جاؤں گا۔ میں اپنا نصف مال لے جاؤں گا۔ چنانچہ میں اپنا نصف مال لے گیا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ اپنا تمام اثاثہ لے گئے۔ میں جی میں شرمندہ ہوا۔

اسی طرح جنگ خیبر کے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا۔ جو خدا سے پیار رکھتا ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی میرے جی میں نہیں آیا تھا کہ نبی کریمؐ کے آگے بڑھ کر بیٹھوں۔ لیکن اس وقت میں اچھل کر آنحضرتؐ کے آگے آگرا تاکہ حضور مجھ کو دیکھ لیں کہ میں موجود ہوں۔ اور شاید جھنڈا مجھے ہی دیدیں۔ تو نیکی میں قناعت اور سستی اور کمزوری نہیں ہونی چاہیئے۔ نیکی کا میدان بہت وسیع ہے۔ اور عرصہ جنگ کم نہیں۔ اس لئے اس معاملہ میں سستی نہیں چاہیئے۔ ہمارا کام نیکی میں بڑھنا ہے۔ مگر یہ ضرور یاد رہے کہ اس کے ساتھ ریا نہ ہو۔ بہت سے لوگ اپنے کاموں کا اظہار چاہتے ہیں کہ ان کے کاموں کو بار بار سراہا جائے مگر یہ ایک مرض ہے۔ جو بہت مخفی ہوتا ہے۔ اور اس کے بڑے خطرناک نتائج نکلتے ہیں۔ یہ بات سلطنتوں میں بھی ہے۔ وہ رپورٹ لکھ کر بھیجتے ہیں۔ جب نہ چھپے۔ تو اخبار والوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر خط لکھتے ہیں کہ کیا ہمارا حق نہیں تھا کہ اخبار میں ہماری رپورٹ چھپتی۔ واعظوں میں بھی یہ بات ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انکے دل کو زنگ لگ جاتا ہے۔ کئی انجمنیں ہیں۔ جن کی خواہش ہوتی ہے کہ انکے کام کی تعریف کی جائے۔ وہ اپنے کام کی نمائش کرتی ہیں تاکہ لوگ کہیں کہ انہوں نے بڑا کام کیا ہے حالانکہ ایسا کہنے والوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ دوسروں کو کام پر آمادہ کرنے اور تحریک کے لئے کسی کو اپنا کام دکھانا اور بات ہے۔ مگر یہ نہ ہو کہ دوسروں کے منہ سے یہ سننے کے لئے کہ انھوں نے بڑا کام کیا ہے۔ ایسا کیا جائے ۔

پس مومن کو ریا سے بچنا چاہیئے۔ خدا کا قرب ایسا نہیں کہ ریاکاری سے میسر آجائے۔ خدا کے فضل محدود نہیں۔ وہ بڑا رحیم وکریم ہے۔ انسان ہی اس کے صفات کا منکر ہے۔ اس کے فضل اور اس کے انعام اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر کوئی انسان اس قدر بھی لے لے کہ اس سے پہلے کسی نے اسکے برابر نہ لیا ہو۔ تو بھی وہ اس سے کم ہے۔ جتنا ایک چھوٹی سمندر سے چونچ میں پانی بھر کر لیجائے۔ اللہ کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں۔ اس کے انعام اور فضل ہر ایک کے لئے ہیں ۔

دوسری بات یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ من اور احسان جتلانے سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ خدمت کرکے جتانا اپنے کام کو کھونا ہے۔ جب انسان احسان جتاتا ہے۔ تو آئندہ اس سے توفیق چھین لی جاتی ہے۔ اور وہ کام جو کر چکا ہوتا

ہے۔ لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ کیا وہ انسان دانا ہے جو بڑی لاگت سے ایک مکان بنائے۔ اور پھر خود ہی اُسے دیا سلائی لگا کر جلا دے۔ مگر بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان سے کوئی غلطی یا قصور ہو جائے۔ اور اس پر انہیں سزا دیجائے تو کہتے ہیں کہ ہم نے دین کی فلاں فلاں خدمت کی ہے۔ مگر ہماری قدر نہیں کی گئی۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی کام کرنا الگ بات ہے۔ اور کسی نقص پر سزا دینا یا محاسبہ کرنا یہ بالکل علیحدہ بات ہے۔

کعب بن مالک کا واقعہ کیسا سبق آموز ہے۔ وہ تمام غزوات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ مکہ کی فتح میں بھی ساتھ تھے۔ مگر غزوہ تبوک میں سُستی سے پیچھے رہ گئے نبی کریم نے انہیں ایسی سخت سزا دی کہ ان کے سلام کا جواب تک نہ دیتے تھے۔ تمام مسلمانوں کو کلام کرنے سے روک دیا۔ حتےٰ کہ بیوی کو بھی الگ کر دیا۔ اُسی حالت میں غسان کے بادشاہ کا ایلچی ان کے پاس خط لایا۔ جسمیں لکھا تھا کہ تیرے صاحب نے تیری قدر نہیں کی۔ تو میرے پاس آجا۔ انہوں نے یہ کہکر کہ یہ شیطان کا آخری حملہ ہے۔ خط کو تنور میں ڈال دیا اور ایلچی کو کہا کہ اپنے بادشاہ کو یہ جواب پہنچا دینا۔ مگر آج کل کے لوگ ہیں کہ ان سے اگر کچھ باز پرس کی جائے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہماری خدمات کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ہماری قدر نہیں کی گئی۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ انتظام الگ چیز ہے۔ اور کام کرنا الگ چیز۔ اور انتظام قائم رکھنے کے لیے جو غلطی کرتا ہے۔ اس سے پوچھا جاتا ہے۔ خواہ وہ کوئی ہو +

پس خدا کے حکم کے ماتحت دین کے لئے ایسی کوششیں کرو۔ کہ شیطان کو بھگا دو۔ مگر اس لئے ہرگز نہ کرو کہ تمہاری تعریف کی جائے۔ اور کام کر کے یہ مت خیال کرو۔ کہ ہماری غلطیوں پر ہم سے باز پرس نہ کی جائے گی۔ پھر خدا پر احسان مت جتاؤ۔ من واذی سے کام نہ لو۔ تمام ذرائع سے اسلام کی خدمت کرو۔ جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا زمانہ بہتر ہے۔ پھر جو اس کے بعد آئے۔ پھر جو اس کے بعد اسی طرح حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے۔ کہ سب سے بہتر زمانہ حضرت مسیح موعود کا تھا۔ پھر وہ جو آپ کے بعد آئے پھر جو اس کے بعد آئے۔ آج کے بعد اگلا دن اس سے بہتر نہیں ہوگا۔ اور پرسوں کل سے بہتر نہیں ہوگا۔ اور جتنی جتنا زمانی بعد ہوتا جائے گا۔ اتنا ہی استباق فی الخیرات میں کمی آتی جائے گی +

لفظ خیرات میں ایک اور بات بھی رکھی گئی ہے۔ اگر صرف لفظ خیر ہوتا۔ تو اس میں وسعت پیدا نہ ہوتی۔ کیونکہ پیاسے کو پانی پلانا بھی ایک نیکی ہے۔ مگر یہاں لفظ خیرات رکھا گیا۔ جو نیکی کی ہر قسم پر حاوی ہے۔ تو فرمایا۔ فاستبقوا الخیرات کیونکہ اسلام انسان کو ہر طرح کامل بنانا چاہتا ہے۔ خیر سے صرف ایک نیکی معلوم ہوتی ہے۔ مگر خیرات میں یہ ہے کہ تبلیغ کرو۔ مال بھی لاؤ۔ جان بھی دو۔ اسوقت تلوار کی ضرورت نہیں۔ حسن اخلاق سے کام لو۔ خدا نے صرف ایک لفظ خیرات رکھ کر معانی میں اس قدر وسعت پیدا کر دی ہے +

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے۔ اس میں من واذی نہ ہو۔ ہم سمجھ لیں کہ اگر ہم کوئی کام کرتے ہیں۔ تو خدا پر کوئی احسان نہیں کرتے۔ بلکہ یہ اس کا ہی ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس کام کے کرنے کا موقعہ دیا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل ہمارے شامل حال ہوں +

نظم

احمدؑ میں ہے ظہور محمدؐ کے نُور کا

(نتائج فکر محمد شرافت اللہ خان صاحب شرافت شاہجہانپوری)

معنی تو ہیں قریب کے مطلب ہے دُور کا
احمدؑ میں ہے ظہور محمدؐ کے نُور کا

مدت سے بادہ خوار محبت ہیں تشنہ کام
دے ساقیا پیالہ شراب طہور کا

دیکھنا ہو تو دیکھ لو محمود کا جمال
جلوہ نئے لباس میں حق کے ظہور کا

گھر گھر یہاں ہے برق تجلی کی روشنی
دارالامان آج بھی بقعہ ہے نُور کا

دیکھو جدھر کو پھیلی ہے اسلام کی شعاع
لندن کے بھی سواد میں تڑکا ہے نُور کا

اس کی نظر میں حسن حسینوں کا کیا جچے
دیوانہ ہو جو برق تجلائے طور کا

اے جانشین مہدیؑ برحق اِدھر نگاہ
طالب ہے یہ فقیر دُعائے حضور کا

منکر کو ایک ذرہ برابر نہیں تمیز
پُتلا بنا ہُوا ہے جو عقل و شعور کا

حاسد جمال حق کو جو دیکھے تو کس طرح
پردہ پڑا ہُوا ہے نظر کے قصور کا

شیدا ہیں ہم تو حسن رُخ بے مثال کے
زاہد ہے شیفتہ تو ہو غلمان و حور کا

بے خوف بیڑا پار ہے دونوں جہان میں
اُمیدوار رحمت ربِّ غفور کا

راحت ہر ایک رنج ہے ہر درد ہے دوا
لیتا مزہ ہے عاشق صادق سرور کا

بے کھٹکے آ کے بیٹھ لو کشتی نوحؑ میں
طوفان غم ہے جو ارادہ عبور کا

آئے نہ کیوں عذاب الٰہی کہ رات دن
ہے مشغلہ جہان میں فسق و فجور کا

توبہ کرو۔ ڈرو۔ نہ کرو ضد و سرکشی
بھڑکا ہوا غضب ہے خدائے غیور کا

چپکے سے آ کے دامن محمود تھام لو
ہرگز سنو نہ قول کسی بے شعور کا

کر لو حساب دیکھ لو مدت فراق کی
دفتر کھلا ہُوا ہے سنین و شہور کا

پیدا بشر ہے خاک سے لازم ہے عاجزی
بننا نہ چاہیئے اسے پتلا غرور کا

احمدؑ بنا کہیں کہیں محمود بن گیا
نیرنگ ہر جگہ ہے محمدؐ کے نور کا

دیکھو نظر اٹھا کے مہ و مہر کی طرف
نقشہ کھچا ہُوا ہے محمدؐ کے نور کا

محمود کے جمال کی حاسد کو کیا خبر
روشن ہے یہ چراغ محمدؐ کے نور کا

مانگو مدد خدا سے شرافت کہ ہر طرف
سیلاب ہے فریب کا طوفان زور کا

کیا شیعوں کو اب تقیہ کی ضرورت نہیں؟

(رقم زدہ جناب منشی خادم حسین صاحب خادم)

۹ - جون کے اخبار ذوالفقار میں ایڈیٹر صاحب زیر عنوان "المحدیث کے مقدمات" سید عنایت علیشاہ وزیر آبادی کے مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا ذکر کرتے ہوئے جو انہوں نے مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث کے برخلاف امرتسر میں دائر کیا ہے زمرہ گواہان مستغیث میں اپنی شہادت کے بارہ میں لکھکر قمطراز ہیں کہ "میرے بعد مولوی مرزا احمد علی صاحب ساکن لاہور تشریف لائے آپکی زبردست تقریر اور حاضر جوابی اور راستبازی نے مستغاث علیہ کے پیروکاروں کے منہ پھیر دیئے مولوی صاحب پر یہ سوال کیا گیا کہ کیا شیعہ مذہب میں اپنے دوست کی آبرو بچانے کے لئے تقیہ جائز ہے؟

اس پر مولوی مرزا احمد علی صاحب جن کی قابلیت و حاضر جوابی کا ایڈیٹر صاحب نے خاص طور پر ذکر فرمایا یوں گویا ہوئے۔

یہ مقدمہ تقیہ کے متعلق نہیں اسلئے آپکو یہ سوال کرنیکا حق نہیں"۔ تقیہ ظالم و جابر بادشاہوں کے وقت میں تھا اب برٹش گورنمنٹ سی آزاد اور انصاف پسند حکومت کا دور ہے مجسٹریٹ صاحب ایک منصف مزاج حاکم ہیں اسلئے تقیہ کی کوئی ضرورت نہیں آج تقیہ معاملات میں نہیں ہوتا ہم اسوقت سچ کہہ رہے ہیں اور قرآن ہمیں فرماتا ہے کونوا مع الصادقین سچوں کے ساتھ رہو۔ ہم سچوں کے پیرو ہیں اور سچ کو دوست رکھتے ہیں۔ بالفاظہ بحذف بعض فقرات ذوالفقار مورخہ ۹ - جون ۱۹۲۰ء صفحہ ۵ کالم نمبر ۲

برادران و ناظرین! آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ذرا سی سوال میں حاضر جواب و زبردست مقرر مولوی صاحب نے کتنے ہیر پھیر کھائی ہیں گو ہمیں آپکے اس جامع ومانع و مسکت خصم جواب باصواب پر چند امور تشریح طلب یاد آئے ہیں جو ذیل میں مرقوم ہیں امید ہے کہ خود مولوی صاحب یا ان کے مداح ایڈیٹر صاحب ذوالفقار مفصل جواب دیکر ضرور مشکور فرمائینگے۔

اوّل - آپنے جو فرمایا ہے کہ یہ مقدمہ تقیہ کے متعلق نہیں۔ اسکا کیا مطلب ہے آپکے صدر المفسرین سرکار حائری صاحب ایک استفتا کے جواب میں جو تقیہ کے متعلق ہے فرماتے ہیں :- کہ "در اصل تقیہ حفاظت خود اختیاری کو کہتے ہیں - جسمیں حفاظت جان - حفظ مال حفظ آبرو - حفظ ایمان یا دوسروں کے سر سے بلا ٹالنا وغیرہ سب داخل ہیں"۔ کیا سید عنایت علیشاہ نے یہ استغاثہ اپنی حفظ آبرو کی خاطر نہیں دائر کیا - اسکو اصطلاحاً استغاثہ برازالہ حیثیت عرفی کہہ سکتے ہیں یا نہ ؟

اب دوسرے پہلو پر نظر کر کے فرمائیں کہ آپکی شہادت اپنے شیعہ بھائی کی جانب سے اسکے سر سے بلا ٹالنے کی غرض سے ہے یا نہ؟ کونسی بلا؟ جو ابتدا میں ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث نے سید عنایت علی شاہ کے گلے میں ڈالی ہوئی ہے جس کا ذکر اسی ایڈیٹوریل کے شروع میں یوں کیا گیا ہے۔ "ایڈیٹر اہلحدیث نے ایک دعویٰ جناب آغا سید عنایت علیشاہ صاحب وزیر آبادی مشہور مناظر و مصنف پر شمشیر دلاری کے متعلق کیا ہوا ہے"۔

جب اسی غرض سے ہے تو آپکی شہادت بھی حسب تعریف جناب صدر المفسرین داخل اقسام تقیہ ہو گئی یا نہ؟ گویا یہ مقدمہ اور آپکی شہادت دونوں پر تقیہ کا عمل و دخل جاری و ساری ہے پھر آپ کا یہ فرمانا کہ یہ مقدمہ تقیہ کے متعلق نہیں کہاں تک امر واقعہ ہو سکتا ہے اور فریق ثانی کے اس سوال کو کہ کیا شیعہ مذہب میں اپنے دوست کی آبرو بچانے کے لئے تقیہ جائز ہے کیوں غیر متعلق آپ نے فرمایا ہے۔ دوم آپ فرماتے ہیں تقیہ ظالم و جابر بادشاہوں کے وقت میں تھا × × × اور اب اسکی ضرورت نہیں۔

فرمایئے کہ ان ظالم و جابر بادشاہوں سے کون سے بادشاہ مراد ہیں اور کب سے ان کی حکومت کا خاتمہ شروع ہوا ہے جو تقیہ کی قید سے مؤمنین آزاد ہو گئے ہیں۔

کیا مومنین زمانہ خروج امام قائم (مہدی) تک تقیہ کے لئے مامور نہیں ہیں اور کیا قبل خروج امام ترک تقیہ پر ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے سخت وعید و تہدید مروی نہیں ہے اگر نہیں ہے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ جسمیں راوی نے امام علی موسیٰ رضا علیہ و آبائہ الصلوٰۃ والسلام سے تقیہ کی پابندی کا زمانہ دریافت کرتے ہوئے عرض کیا یابن رسول اللہ الیٰ متیٰ قال الیٰ یوم الوقت المعلوم وھو یوم خروج قائمنا فمن ترک التقیۃ قبل خروج قائمنا فلیس منا (اکمال الدین مطبوعہ ایران ۱۳۰۱ھ نجم ثاقب صفحہ ۶۵)

آپکے فخر المحدثین محقق ابن بابویہ فرماتے ہیں قال الشیخ ابوجعفر رحمہ اللہ اعتقادنا فی التقیۃ انھا واجبۃ من ترکھا کان من ترک الصلوٰۃ × × × × × × والتقیۃ واجبۃ لا یجوز ترکھا الیٰ ان یخرج القائم فمن ترکھا قبل خروجہ فقد خرج عن دین اللہ وعن دین الامامیۃ وخالف اللہ ورسولہ والائمۃ علیہم السلام - دیکھو رسالہ اعتقادیہ باب ۳۹ الاعتقاد فی التقیۃ۔

یعنی ہمارا اعتقاد ہے کہ تقیہ واجب ہے اور اس کا تارک ایسا ہے جیسے تارک الصلوٰۃ × × × اور تقیہ واجب ہے اسکا ترک جائز نہیں ہے جب تک امام قائم علیہ السلام خروج فرمائیں اور جس نے قبل خروج کرنے امام کے اسکو ترک کیا۔ تحقیق وہ خدا کے دین اور امامیہ کے دین سے خارج ہو گیا اور اسنے خدا رسول اور ائمہ علیہم السلام کی مخالفت کا ارتکاب کیا

اب آپنے جو ترک تقیہ کا فتویٰ لگا دیا اور سر اجلاس عدالت میں اسکے ترک کا اعلان فرمایا تو کیا کہیں امام قائم کے خروج کی خوشخبری آپکو آئی ہے اگر آئی ہے تو خدا کے واسطے مجھکو بھی مطلع فرمائیگا۔ اور اگر خروج کی خبر کے بغیر آپ تارک تقیہ ہو گئے تو کیا آپ پر بھی وہ فتوے جو امام ہشتم علی موسیٰ رضا علیہ السلام کا اور آپکے فخر المتقدمین محدث فاضل محقق ابن بابویہ کا ہے عاید ہو سکتا ہے - یا نہ؟ یہاں ایک اور حدیث کا مطلب بھی دریافت طلب ہے۔ عن ابی عبداللہ قال کلما تقارب ھذا الامر کان اشد للتقیۃ

یعنے جوں جوں ظہور امام کا وقت نزدیک ہوتا جائیگا تقیہ کی پابندی زیادہ تر لازمی ہوتی جائے گی - ملا خلیل قزوینی شارح اصول کافی اسکے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔

روایت از امام جعفر صادق علیہ السلام است گفت ہر چند کہ نزدیک تر شود این کار کہ خروج مہدی علیہ السلام باشد میباشد سخت کنندہ تر تقیہ را - اشارہ است باخفائے امام آخر از کمال شدت تقیہ و زیادتی طعن مخالفان بسبب زیادتی طول زمان غیبت روز بروز۔

صافی شرح اصول کافی باب التقیہ کتاب الایمان والکفر صفحہ ۹۱ اصفحہ ۲

چونکہ آپ خاص لاہور کے باشندے ہیں امید ہے کہ آپ علامہ سرکار شیخ عبد العلی صاحب ہروی کے تبحر علمی اور خداداد ذہانت اور فراست سے لاعلم نہ ہونگے اور ان کے اس عقیدہ کا بھی آپکو ضرور علم ہوگا کہ زمانہ ظہور امام صاحب العصر ۱۳۳۰ھ سے شروع ہو گیا ہے اور چند سال کے بعد ظہور عام بھی ہو جائیگا اگر آپ ان کو اور ان کی پارٹی کو اپنا مخالف خیال کر کے انکے اجتہاد کو قابل تسلیم نہ جانیں تو میں آپ کو ان تمام علامات پر غور کرنے کی اپیل کرتا ہوں جو ظہور دجال

اور یاجوج و ماجوج وغیرہ کے ظہور کے متعلق آپکی کتب معتبرہ میں مروی ہیں کیاان علامتوں میں پچاس فیصدی بھی اس موجودہ زمانہ میں پوری ہوتی ہوئی نظر نہیں آرہیں تو کیا اس سے انکار ہوسکتا ہے کہ زمانہ ظہور امام صاحب دن بدن قریب ہو رہا ہے؟ پس جب قریب ہو رہا ہے تو تقیہ کا حکم اور بھی شدید ماننا پڑیگا۔ چہ جائیکہ کسی دوسرے باعث سے اس امر کا معتقد بنا کر سرے سے تقیہ کی اب ضرورت ہی نہیں پس اسی بنا پر بھی آپکے ترک تقیہ کا اظہار خلاف مذہب شیعہ کہیں یا اسکو بھی مزید پابندی تقیہ پر ہی محمول کریں۔

اور پھر جو آپنے برٹش گورنمنٹ کی آزادی اور انصاف کی اور حکام منصف مزاج کی تعریف فرمائی ہے اس کا علم آپکے امام صاحبکو بھی ہے یا نہ؟ اگر علم ہے تو ابتک کیوں خائف و ترساں گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں اور تقیہ کے نقاب کو پرے پھینک کر ظہور کیوں نہیں فرماتے اسقدر غیبت طولانی کی زیادہ تر وجہ تقیہ ہی تو ہے جب تقیہ کی قید سے شیعہ آزاد ہوگئے ہیں تو امام نے کیوں ابتک اسکو گلے کا ہار بنلیا ہوا ہے اگر کہو خدا جانے وہ کس ملک میں کونسی غار یا کہسار میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور انکو کیا خبر کہ گورنمنٹ انگریزی زمین کے مشرقی کنارہ سے مغربی تک حکمران ہے تو پھر وہ امام کیسے اور ان کی امامت کیسی ہے کیونکہ اماموں کے لئے گذشتہ او آئندہ زمانہ تک کا علم ضروری ہے وہ علم ماکان و مایکون کو جاننے والے ہوتے ہیں۔ اور حسب روایات شیعہ امام قائم تو ہر ملک دیار میں پھرتے رہتے ہیں۔ حاضر فی الامصار فی الارض اور بادل پر سوار ہونے کے بھی ان کو عمل یاد ہیں۔ جس سے تمام خدا آسمانوں کی سیر بھی کر آتے ہیں دیکھو عین الحیات مجلسی و اعتقادیہ ابن بابویہ

سوم۔ آپنے جو فرمایا کہ تقیہ معاملات میں نہیں ہوتا اسکی تشریح فرمایئے کہ جب شیعہ کا معاملہ شیعہ کے ساتھ ہو یا کہ غیر شیعہ کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی۔ پھر کیا یہ آپکا ذاتی قیاس ہے یا کسی آیت و حدیث سے ایسا مستنبط ہوتا ہے اگر قیاس ہے تو وہ بھی قابل قبول نہیں بحکم ان دین اللہ لا یصاب بالقیاس۔ اصول کافی صفحہ ۳۳

اگر اسکا کوئی ماخذ ہے تو براہ مہربانی ارشاد فرمایا جائے پھر اگر معاملات میں واقعی تقیہ نہیں ہوتا تو حسب مرویات شیعہ جناب علی علیہ السلام نے عقد ام کلثوم کے معاملہ میں کیوں تقیہ کو روا رکھا کہ بجائے اپنی صاحبزادی موصوفہ کے علاقہ نجران کی ایک لڑکی کو بذریعہ جنّیہ لڑکی کو عمرؓ کے پاس بھیجدیا

چہارم۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم اسوقت سچ کہہ رہے ہیں یعنے بغیر تقیہ کے کیوں جی آپکا یہی مطلب ہے یا نہ؟ تو معلوم ہوا کہ تقیہ میں ضرور جھوٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے اور سچی بات وہی ہوتی ہے جو بغیر تقیہ کے ہو۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن ہمیں فرماتا ہے کہ کونوا مع الصادقین سچوں کیساتھ رہو۔ جن بزرگوں کو آپ اس آیت کا مصداق سمجھتے ہیں۔ کیا مندرجہ ذیل احادیث انہی کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی نہیں ہیں۔

(۱) لا ایمان لمن لا تقیۃ لہ۔ و ان اکرمکم عند اللہ اعملکم بالتقیۃ (اکمال الدین مطبوعہ ایران صفحہ ۳۵۵) یعنی جس کے تقیہ نہیں اسکے ایمان بھی نہیں اور تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ بزرگ وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقیہ کرتا ہے قبل خروج امام مہدی ہمارے کے۔ بعد ازاں کہ اکرم شما در نزد خداوند آنکسے است کہ بیشتر عمل بتقیہ پیش از خروج قائم ما۔ الخ نجم ثاقب صفحہ ۶۵

(۲) ان تقیۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ (اصول کافی باب التقیہ) یعنی دین کے دس حصہ کریں تو اس سے نو حصوں پر تقیہ حاوی ہے۔ اور جو تقیہ نہیں کرتا اسکا دین بھی نہیں ہے

(۳) التقیۃ دینی و دین آبائی (اصول کافی باب التقیہ) امام فرماتے ہیں کہ تقیہ میرا دین ہے اور میرے آباد اجداد کا۔ قطع نظر اسکے آپکے خاص امام ثانی عشر بھی تقیہ کرتے ہیں یا نہ؟ جن کی وجہ سے آپکو اثنا عشری کہا جاتا ہے۔ اگر نہیں کرتے تو انکے اس مقولہ کا کیا مطلب ہے؟ جو علی بن ابراہیم بن مہزیار اہوازی کو اپنے والد بزرگوار اور ان کی وصیت درباره عزلت گزینی و گوشہ نشینی خود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا بتحقیق سوگند ہر آئنہ مولائے شما با تقیہ رفتار نمود (یعنے میرے باپ امام حسن عسکری علیہ السلام نے بعد از خود آں را بمن والد است۔ پس فی الحال بتقیہ میکند انم تا وقتیکہ آں روز شوم دخروج کنم۔ دیکھو بحار الانوار جلد ۱۳ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۷۷۔

کیا یہ کمال تعجب کا مقام نہیں کہ جو آپکے امام وقت ہیں اور جن کی اطاعت پر آپ مجبور ہیں وہ تو تقیہ سے ایک منٹ جدا نہیں ہو سکتے اور آپ ماشاء اللہ مدتوں سے تقیہ کو ترک کر چکے ہیں۔ پھر ارشاد ہو کہ کونوا مع الصادقین پر عمل پیرا ہو کر آپکو اپنے امام کی معیت جسمانی طور پر حاصل ہے یا روحانی طور پر۔ اگر جسمانی معیت حاصل ہے تو فرمائے کہ لاہور میں ہی ان کی حویلی مبارک ہے یا کسی اور جگہ؟ تاکہ میں بھی ملاقات سے مشرف ہو سکوں۔

باقی رہی روحانی یا عملی معیت سو وہ تو ظاہر ہی ہوگئی کہ آپ اپنے امام کے نقش قدم پر چلنے والوں میں سے نہیں ہیں کیونکہ ۹ حصہ دین کے تو آپ تارک ہی ہوگئے۔ باقی رہا ۱ سو اسکا بھی کیا ثبوت ہے؟ پھر آپنے فرمایا ہے کہ ہم سچوں کے پیرو ہیں اور سچ کو دوست رکھتے ہیں۔ تقیہ جیسی ضرورت دینی کو چھوڑ کر آپکا یہ قسم دعوٰی اور ادعائے محض ہے یا نہ؟ بقول شخصے

منکر مے بودن و ہمرنگ مستاں زیستن

کھلی چٹھی بنام ایڈیٹر پیغام صلح

السلام علیکم۔ اخبار پیغام میں بٹال وولکنگ کی ایک مراسلت چھپی ہے جس میں ہندوؤں کو اس زمانہ کے کرشن مسیح موعود کی دعوت دیگئی ہے مگر پیشتر اسکے کہ ہندو مسلمان ہو جائیں انکو مسیح موعود کی تبلیغ کرنا تو پیغام کی پالیسی کے خلاف تھا اور اگر پالیسی بدل گئی ہے تو کیا اب ہم انگلینڈ میں بھی عیسائیوں کو بجائے فیج افوج کا مسلمان بنانیکے احمدی بنانا شروع کریں اس بارے میں آپکی کیا ہدایت ہے نیز جناب مولوی محمد علی صاحب نے زار روس کی پیشگوئی کے بیان میں اہل ہند کو مسیح موعود کیطرف دعوت دی ہے مگر یہ پیشگوئی تو زیادہ تر اہل یورپ کے واسطے تھی جہاں اس کا وقوعہ ہوا ہے اور یورپ میں مسیح موعود کا نام لینا مناسب نہیں ہوا تو اب کیا کیا جائے موقعہ ہاتھ سے جا رہا ہے اس مشکل کو بھی ضرور حل فرما دیں اور آپنے ۲۲ اپریل کے پرچہ میں دہریت اور الحاد کے زہر کا علاج سلسلہ عالیہ احمدیہ کا وجود پیش کیا ہے اور سب سے زیادہ الحاد اور دہریت تو یورپ میں ہے اور یہاں احمدیت کی فرقہ بندی کا نام سم قاتل ہے تو اب یہاں کیا کیا جائے مہربانی کر کے ان مضامین پر ضرور روشنی ڈالیں *

عبد المحی عرب (مولوی فاضل) از لنڈن
۲۳ جون ۱۹۱۷ء

ہنگامۂ یورپ

اتحادی کانفرنس لنڈن کا تار برقی پیام مظہر کہ مسٹر لائڈ جارج۔ بیرن سونیو جنرل سمٹس۔ لارڈ رابرٹ سیسل۔ مسٹر بونرلا اور روسی نمائندگان اتحادی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے جنوب مشرقی ساحل کو روانہ ہو گئے ہیں۔

غنیم کی ناکامی ایک فرانسیسی سرکاری اعلان مظہر ہے کہ بیجیم میں حالت غیر متغیر ہے۔ مسینی مزرعہ کے مشرق میں جنوب بوہلی اور آدوکور کے جہاڑوں میں جرمنی کی کوششیں ہماری آتشباری کے باعث ناکام رہیں

توپوں کی لڑائی ایک فرانسیسی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ شامپین کے کوہی علاقہ اور میوزے کے دونوں کناروں پر دونوں طرف سے توپوں کی لڑائی جاری رہی اور یہ ادوکور اور لوویمان کے مقابلہ میں زیادہ سرگرم تھی۔

جرمن حملہ مسترد ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ جنوب بینکور میں غنیم نے ایک سخت حملہ آدھی رات کو کیا جو سخت لڑائی کے بعد مسترد کیا گیا۔

اعلان جنگ واشنگٹن کی تار برقی مظہر ہے کہ لائبیریا نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔

جرمنوں کی پیشقدمی لنڈن کی تار خبر مظہر ہے کہ جرمنوں نے دس روز میں روسیوں کے خلاف ۹۰ میل پیشقدمی کی ہے۔ ٹائمز کا نامہ نگار مقیم جنوب مغربی ہیڈ کوارٹرز روسی لپسپائی کی حالت بیان کرتا ہوا لکھتا ہے کہ جب ۱۷ جولائی کو برطانوی موٹر کاریں ہمارے ساتھ آکر شامل ہوئیں تو اسوقت گیارھویں فوج و محاذ کے ٹوٹنے کی کوئی خبر نہ تھی ۲۳ جولائی کو خبر موصول ہوئی۔ اور ایک بعد عجیب عجیب نظارے دیکھے ایک شخص ایک ایسے مقام سے جہاں سے دشمن ۵۰ میل کے فاصلہ پر تھا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور پکارنے لگا۔ وہ جرمن رسالہ ہمارے تعاقب میں ہے اپنے آپکو بچاؤ۔ بعد میں اسے گرفتار کیا گیا اور وہ جرمن جاسوس ثابت ہوا جنرل کارنیلاف سپہ سالار افواج روس نے تمام ان لوگوں کو جو غداری کر کے جنگ سے بھاگے تھے قتل کروا دیا ہے

بسٹرزا کا عبور ایک روسی بے تار کی کمیونک مظہر ہے کہ ہمنے زرنوز کے شمال مشرق میں بہت سی بلندیوں پر قبضہ کر لیا اور دشمن کو لوبرو کی اور رموگنوز کی طرف بھگا دیا۔ مگر ہم اپنے اصلی مرکز کی طرف پسپا ہونے پر مجبور کئے گئے دشمن نے ہمکو زرنوز کی جنوب میں پیچھے ہٹا دیا اور اور ادرت اور اسکے قریب کے مواضعات پر قبضہ کر لیا اور دریائے بسٹرزا کو عبور کر لیا۔

محاذ ریگا ایمسٹرڈم میں پیٹروگراڈ سے خبر آئی ہے کہ جرمنوں نے اکسکل کے پل پر قبضہ کر لیا۔ روسیوں نے اس سے پیشتر اس پل کے تخلیہ کی خبر دی تھی اور یہاں سے کسی لڑائی کی خبر آئی۔

جرمنی میں تغیرات لنڈن کی ایک تار خبر مظہر ہے کہ پانچ پروشیائی وزراء اور چار جرمن سیکرٹریان اسٹیٹ نے استعفا دیا ہے اور ان کی جگہ صوبہ اور شہر کے اعلیٰ حکام مقرر کئے گئے ہیں

نیوزیلینڈ میں زلزلہ ولنگٹن کی تار مظہر ہے کہ شمالی جزیرہ میں ایک نہایت ہی شدید زلزلہ آیا جیسا کہ پچاس سال سے نہیں آیا یہ جزیرہ آسٹریلیا کے جنوب میں زیر حکومت برطانیہ ہے

اشتراکیہ کانفرنس اسٹاکہام کے ایک تار میں مرقوم ہے کہ بین الاقوامی اشتراکیوں کی کانفرنس کی تاریخ ۹ ستمبر مقرر ہوئی ہے۔

ٹرکی میں انگریزی قیدیوں کو پارسل لنڈن کی تار خبر مظہر ہے کہ سوئٹزرلینڈ کے پوسٹ آفس نے اعلان کیا ہے کہ ٹرکی میں انگریزی قیدیوں کو چھوٹے پارسل جا سکتے ہیں۔

فرانسیسی وزراء کے استعفے پیرس کا تار برقی پیغام مظہر ہے کہ امیرالبحر لاکاز اور مسٹر ڈیمی کوچن نائب سکرٹری صیغہ خارجیہ مستعفی ہو گئے ہیں۔

چین جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر چکا ہے پیکن دارالسلطنت چین کی تار برقی مظہر ہے کہ نئے پریذیڈنٹ کے زیر صدارت وزراء کی کونسل کا ایک اجلاس ہوا جسمیں اتفاق رائے سے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کرنیکا فیصلہ کیا گیا ہے اور پریزیڈنٹ نے یہ فیصلہ منظور کر لیا ہے

امریکہ کی طرف سے اتحادیوں کو قرضہ واشنگٹن کی خبر سے معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ امریکہ نے برطانیہ کلاں کو ۳ کروڑ ۷۰ لاکھ ڈالر اور فرانس کو ۳ کروڑ ۲۰ لاکھ ڈالر قرض دیا ہے

ہندوستان کی خبریں

ایک بنگالی عورت جل مری بابو امرناتھ گھوش سکنہ بالا ریور سٹریٹ نائپور کی عورت نے گذشتہ جمعہ کے روز اپنی کپڑوں کو مٹی کے تیل میں تر کرکے اور آگ لگا کر خودکشی کر لی

چلتی ٹرین میں چوری گذشتہ جمعہ کی شام کو بردوان کا ایک متمول شخص مسمی موتی گشٹر جو بمقام بردوان سے چنسورہ جا رہا تھا کہ راستہ میں اسکا ہینڈ بیگ جسمیں جڑاؤ انگوٹھیاں اور دیگر اشیاء قیمتی ۱۲۰۰ سو روپیہ تھیں ٹرین میں گم ہو گیا پولیس مصروف تحقیقات ہے

بنگالہ میں ایک مسلح ڈاکہ گذشتہ پیر کی رات کو موضع موسکا پور میں ایک متمول مسلمان مسمی عبدالجبار کے مکان پر ڈاکہ پڑا کہا جاتا ہے کہ ڈاکو تعداد میں ایکدرجن کے قریب تھے۔

وائسرائے کا دورہ ہز اکسلنسی لارڈ چیمسفورڈ معہ لیڈی چیمسفورڈ کے ۲۵ اکتوبر سے یکم نومبر تک کراچی رونق افروز رہینگے۔ اور بڑے دن کے ایام ۲۲ دسمبر سے ۹ تک بمبئی میں گذارینگے

جسٹس ریٹگن کی واپسی جسٹس ریٹگن جج چیفکورٹ پنجاب کو ہندوستان واپس آنیکی اجازت ملگئی ہے اکتوبر میں عدالت کی تعطیلات ختم ہونے پر آپ لاہور آکر اپنے عہدہ کا چارج لینگے۔

غرق شدہ ولائتی ڈاک کی تفصیل گذشتہ دنوں جو ولایت کو جانے والی ہندوستانی ڈاک دشمن کی کارروائی کی وجہ سے غرق ہو گئی تھی وہ مندرجہ ذیل اشیاء پر مشتمل تھی تمام خطوط اسپارسل جو بمبئی میں ۲۷ رجون اور ۲ جولائی کے درمیان پہنچے تھے۔ تمام خطوط جو بمبئی میں ۲۷ رجون کو ۱۰ بجے صبح سے ۲ جولائی کو ۲ بجے شام تک پوسٹ کئے گئے تھے تمام پارسل جو ۲۷ رجون ۲ جولائی کو ۱۰ بجے بعد دوپہر تک پوسٹ کئے گئے تھے۔

مسٹر محمد علی و شوکت علی کہا جاتا ہے کہ مسٹر محمد علی و شوکت علی اس ہوم رول لیگ میں شامل ہو گئے ہیں جو چھندواڑہ میں قائم کی گئی ہے جہاں آپ نظر بند ہیں

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی (۷-۹) ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا)